رسولِ کریم ﷺ کے سماجی تعلقات عصرحاضر کے تناظر میں۔۔۔۔ایک تجزیاتی مطالعہ

Exploring the Social Interactions of Prophet Muhammad (PBUH) in the Modern world : A Comprehensive Analytical Study

Rabia
Ph.D. Scholar & Visiting Lecturer, DHA Suffa & Bahria University, Karachi:
rabiaimtiaz94@yahoo.com

Dr. Muhammad Hamza
Teaching Assistant, Department of Islamic Learning, University of Karachi:
dr.mhamza86@gmail.com

Abstract:
The study aims to explore the social interactions of Prophet Muhammad (Peace Be Upon Him) and their relevance and application in the modern world through a comprehensive analytical study. By examining the Prophet's interpersonal conduct, leadership qualities, and community-building strategies as recorded in historical and religious texts, this study seeks to understand how these principles can be adapted to contemporary social contexts. The research employs a multidisciplinary approach, integrating insights from Islamic studies, sociology, and modern leadership theories. Key themes include the Prophet's emphasis on compassion, justice, and inclusivity, and how these values can address current social challenges such as inequality, social cohesion, and ethical leadership. The study also investigates the practical implications of the Prophet's social interactions for enhancing interpersonal relationships and community development in today's diverse and globalized societies. By bridging historical wisdom with modern-day applications, this research provides a nuanced understanding of the timeless relevance of the Prophet Muhammad's (PBUH) social teachings and offers actionable insights for fostering harmonious and just communities in the modern world.

Keywords: *Religious, Sociology, Research, Justice, Ethic.*

سماجی تعلقات دراصل انسان کے رویے کی عکاسی کرتے ہیں جس میں انسان کا بولنے کا طرز عمل شامل ہے۔اگر یہ روابط حسن خلق پر مبنی ہوں تو ایک بہترین و مثالی سماج قائم کیا جاسکتا ہے اور اگر یہ روابط اخلاقی رزائل کا شکار ہوں تو

معاشرے کی ترقی ناممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کے لیے احکامات نازل کیے اور اس کی ابتداء میاں بیوی کے روابط و تعلقات سے فرمائی کیونکہ معاشرے کی بنیاد اکائی یہی ہیں انہیں سے سماج وجود میں آتا ہے اور دیگر رشتوں کی ابتداء ہوتی جن کے تقدس و احترام کا حکم اللہ تعالی نے قرآن میں جگہ جگہ فرمایا اور ان میں بنیادی نقطہ "حسن سلوک"[1] کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سماجی تعلق لوگوں کے مابین حسن خلق، سچائی، محبت و شفقت، عدل، مساوات ،عفو درگزر پر مبنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے اور صحابہ کو بھی اس کی تعلیم فرماتے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیغام امت کے لیے مشعل راہ ہے جیسا کہ نبی رحمت علیہ السلام نے فرمایا:"جو توڑے اس سے جوڑو، جو محروم کرے اسے عطا کرو، جو ظلم کرے اسے معاف کرو۔[2] اگر امت مسلمہ اس کلیہ کے مطابق اپنی زندگی کو بسر کرنا شروع کر دے تو سماجی تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔ عصر حاضر میں یہی مسائل ہیں جس کی وجہ سے معاشرتی تعلقات میں دوریاں پیدا ہو رہی ہیں اور معاشرہ بدحالی کا شکار ہے۔ رشتوں کا تقدس پامال کیا جاتا ہے، خاندانی تلخیوں کو معاف نہیں کیا جاتا، ایک دوسرے کے ساتھ بات کرنے کا انداز بہت مختلف ہوتا ہے، عدل کی بنیاد پر فیصلے نہیں کیے جاتے۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یہ ایسے مسائل ہیں جو سماجی تعلقات کو بہتر بنانے میں رکاوٹ کا باعث ہیں۔

زیر نظر مقالے میں انہی نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان مسائل کو بنیاد بناتے ہوئے ان کا حل قرآن و سنت میں پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں نتائج اور سفارشات بھی پیش کی ہیں۔

1۔سماجی تعلقات کی اثر پذیری:

سماجی تعلقات کو منظم و مرتب کرنے کے لیے اسلام نے ہر ایک کے حقوق بیان کیے ہیں جن پر عمل کر کے انسان اپنی خاندانی زندگی کو بہتر بنا سکتا ہے اس میں حقوق العباد کا زیادہ عمل دخل ہے اور ان حقوق میں میاں بیوی، ماں باپ،

[1] القرآن النساء4: 36۔

[2] حنبل، امام احمد، مسند احمد، مسند المکیین، حدیث معاذ بن انس الجھنی رضی اللہ عنہ، بیروت، دارالسلام، ح:15618۔

بہن بھائی اور دیگر کے حقوق و فرائض شامل ہیں۔ان سب کے ساتھ اسلام نے حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔اگر ان حقوق کی ادائیگی نہ کی جائے تو معاشرے کا امن و امان متاثر ہو گا اور انسان پریشان حال زندگی بسر کرنے لگے گا جبکہ انسان کی ایک جبلت ہے کہ وہ تنہا زندگی نہیں گزار سکتا اسے اپنی معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے ان رشتوں کی ضرورت ہے اگر یہ نہ ہوں تو زندگی بے معنی لگتی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ان رشتوں کی پاسداری اور احترام کے لیے احکامات نازل کیے ہیں تاکہ انسانی تقدس برقرار رہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سماجی زندگی مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے جس میں مساوات،برداشت، صبر و شکر،عفو درگزر، رحم،شفقت، حلم،امین، قناعت، سچائی، وفاداری جیسی اعلیٰ صفات شامل ہیں۔ آپ ﷺ کی ایک عادت تھی جو ہوتا صبر شکر سے تناول فرماتے کبھی تکبر نہیں فرماتے بلکہ سادگی آپ کا زیورِ خاص تھی۔ سادہ زندگی بسر کرتے، تکلفات میں نہیں پرتے یہی عنصر مسلمانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے جبکہ عصرِ حاضر میں سماجی تعلقات میں دوری کی ایک وجہ عیش و عشرت کی زندگی ہے ہم اس کے اس قدر عادی ہو گئے ہیں کہ اب ہم اس کے بغیر زندگی تو کیا سانس لینا بھی مناسب نہیں سمجھتے۔ یہ نمود و نمائش، بڑی بڑی عمارتیں، سجاوٹ اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کی وجہ سے اپنے سماجی تعلقات میں دوری کا شکار ہو گئے ہیں اور فی الوقت حال یہ ہے کہ اب ہم انہیں لوگوں میں بیٹھنا اٹھنا پسند کرتے ہیں جو ہمارے ہم پلہ اور معیار کے مطابق ہوں جب کے ہمیں شکر الٰہی بجالاتے ہوئے اپنے نبی ﷺ کی سیرت کو مقدم رکھنا چاہیے اور اپنے سے کم تر لوگوں کے ساتھ شفقت روا رکھنا چاہیے بلکہ افسوس کہ ہم تکبر اور دیگر بری عادات کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں جس میں ہمارا سب سے بڑا نقصان سماجی روابط کی کمزوری ہے۔اسی وجہ سے اب ہماری اپنوں سے ملاقات موقعہ مناسبت سے ہی ہوتی ہے کیونکہ ہم نے اپنی زندگی کو بہت مصروف کر رکھا ہے جس کی وجہ سے آنا جانا رشتہ داروں کے یہاں ہوتا ہی نہیں ہے۔

زیر نظر مقالہ میں ان تمام نکات پر روشنی ڈالتے ہوئے سماجی تعلقات کا مفہوم، قرآنی حقائق، سیرت کے تحت سماجی تعلقات کی اہمیت اور اسوہ حسنہ اور موجودہ دور سے اس کا تبادلہ دلائل کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے اور آخر میں محقق تبصرہ کرتے ہوئے چند سفارشات پیش خدمت ہوں گے۔

2۔مقاصد تحقیق:

اس موضوع کے مقاصد تحقیق مندرجہ ذیل ہیں:

- قرآن و سنت کی روشنی میں سماجی تعلقات کو مستند دلائل کی روشنی میں واضح کرنا۔
- سیرت کے آئینہ میں امثال اور عصر حاضر کے معاشرتی روابط کا جائزہ لینا۔
- انسانی فطرت کے منفی رویوں کا سیرت کے آئینہ میں مثبت انداز میں وعظ و نصیحت کرنا۔
- انسانی روابط کو منظم اور مرتب انداز میں جوڑنا اور انسان دوستی کو فروغ دینا۔

3۔ تحقیق کے بنیادی سوالات:

موضوع کی مناسبت سے بنیادی سوالات زیر بحث ہیں:

- سماجی تعلقات کا مفہوم کیا ہے؟
- قرآن و سنت میں سماجی تعلقات پر کیا احکامات نازل ہوئے ہیں؟
- سماجی روابط میں کن افراد کا اطلاق ہوتا ہے؟
- انسانی اخلاقی رویوں پر سیرت میں کیسے رہنمائی کی گئی ہے؟
- آپ علیہ السلام کا لوگوں کے ساتھ رویہ کیسا تھا؟
- سماجی تعلقات میں کن افراد کے حقوق و فرائض شامل ہیں؟
- عصر حاضر میں سماجی روابط کو کیسے بہتر بنایا جاسکتا ہے؟
- تعلیم کے ذریعے سماجی رویوں میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

4۔ سابقہ تحقیقی مواد کا جائزہ:

زیرِ نظر موضوع کا تحقیقی انداز بیانیہ اور منطقی ہے، مستند دلائل کی روشنی میں حقائق واضح کیے گئے ہیں اگرچہ موضوع کی مناسبت سے مختلف انداز میں مختلف نکات پر کام ہوا ہے لیکن وہ بھی قلیل مقدار میں ہے، وسیع پیمانے پر مقالات و آرٹیکلز میری نظر سے نہیں گزرے لہذا موجودہ حالات کے پیش نظر یہ موضوع تحقیق طلب ہے۔

5۔ سماجی تعلقات:

سوچ و فکر کے لحاظ سے انسان منفرد ہیں کیونکہ سوچنے سمجھنے کا زاویہ ہر ایک کا مختلف ہے۔ کوئی کسی چیز کی منفی توضیح کرتا ہے اور کوئی مثبت پہلو بیان کرتا ہے جبکہ اعضائے انسانی سب کے مساوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ذہنوں کے

مابین معاملات طے کرنا ایک پیچیدہ عمل ہے کیونکہ جہاں بہت سے افراد ہوں ان میں سے ہر ایک کو خوش کرنا ایک انتہائی مشکل کام ہے لیکن ان کے مابین رہ کر تعلقات کو بہتر بنانا سماجی روابط کا حصہ ہے۔ سماجی تعلقات انسانوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کا نام ہے اور یہ کئی طرح کے ہوتے ہیں مثلا: رشتہ داروں، پڑوسیوں، ہم جماعتوں اور ایک جگہ کام کرنے والوں کے تعلقات، تجارتی تعلقات ثقافتی وفنی اور کھیلوں کے تعلقات وغیرہ۔ ایک شخص اپنی کوشش اور لگن سے ان تعلقات کو مزید وسعت دیتے ہوئے سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی تعلقات کو اوج ثریا تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ گویا ایک طرح کے تمہیدی تعلقات ہوتے ہیں جو آگے چل کر بسااوقات دوستی، محبت، شادی جیسے گہرے تعلقات کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔[3]

انسان کے سماجی تعلقات میں اس کے بہت سے قریبی افراد شامل ہیں جن کے ساتھ اس کا روز کا چال چلن ہے چاہے وہ کاروباری معاملات ہوں یا پھر خاندانی معاملات ہوں جن کے ساتھ انسان اپنی زندگی بسر کر تا رہتا ہے ان سے تعلقات مزید بہتر بنانا اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے اور یہی رشتے آگے چل کر اس کی ازدواجی زندگی میں بھی کارآمد ثابت ہوتے ہیں کیونکہ انسان جن کے مابین اپنی زندگی گزار رہا ہوتا ہے وہی اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ کون اس کے ساتھ مخلص ہے اور کس کے ساتھ ازدوجی زندگی کے بہتر اثرات مرتب ہوں گے۔

6۔ قرآن کی روشنی میں سماجی تعلقات کی اہمیت:

قرآنی تعلیمات آیات ربانی پر تفکر کے ساتھ ساتھ حقوق انسانی پر بھی توجہ دلاتی ہے جس میں حقوق العباد کی ادائیگی سماجی روابط میں ایک ضروری محرک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے رشتوں کو مستحکم کرنے کے لیے احکامات نازل فرمائے جس میں محبت، اتحاد، شفقت اور ہمدردی کے آداب کی تعلیم دی ہے اور پھر وراثت میں بھی ان کے حصہ مقرر فرما کر ان کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ خالق کائنات نے فطرت انسانی میں ایسا نظام مرتب کیا ہے کہ ازدواجی زند گی میں نہ صرف اولاد ہو بلکہ اس سے مزید رشتوں کی تعمیر و تشکیل ہو جس سے زمین کا حسن بڑھتا چلا جائے۔

"وهو الذى خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا"[4]

---

[3] الغدیر، عبد العزیز ابراہیم، مترجم: الرحمن، سعید، الحوار والتواصل (سماجی تعلقات میں مکالمے کی اہمیت)، 2012ء، اسلام آباد۔

[4] القرآن فرقان 25: 54

ترجمہ: "اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور پھر اس کو نسبی اور سسرالی رشتوں کا ذریعہ بنایا۔"[5]

اسلام کا سماجی نظام وحدت نسل انسانی کا درس دیتا ہے۔ یہ انسانوں کی تفریق کا قائل نہیں۔ وجود انسانی کی افضلیت کا معیار رنگ، نسل اور نسب سے نہیں بلکہ تقوی و پرہیز گاری سے ہے۔ قرآنی شوائد شاہد ہیں اس پر کہ اللہ نے انسانوں کو قوموں اور قبائل میں اس لیے پیدا کیا تا کہ وہ اس کے ذریعے اپنی شناخت کرواسکے عزت کا معیار تقوٰی پر منحصر ہے۔[6]

انسان کو جن انفرادی و اجتماعی اصولوں کی ضرورت تھی وہ سب اللہ نے انسان کے لیے مہیا فرما دیے۔ اسی طرح بنیادی فکر و رہنمائی کی احتیاج کی تدابیر بھی واضح کر دی۔ انسان سے خطا یہ ہوئی کہ اس نے ان تمام کو بروئے کار لانے کے بجائے اسے نظر انداز کر دیا اور اپنا وقت مصنوعی فکری خاکے میں صرف کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اللہ کے احکامات کو بھول گیا اور دنیاوی نمود و نمائش میں لگ گیا۔ اس سے اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ وہ فکری وحدت سے نکل کر انتشار اور فکری تشت کا شکار ہو گیا۔[7] قرآن نے بڑے جامع الفاظ میں اسے بیان کیا ہے۔

"كان النا س امة واحد فبعث الله النبين مبشرين و منذرين" [8]

ترجمہ: "(ایک زمانہ تھا) سب آدمی ایک ہی طریق کے تھے پھر اللہ تعالٰی نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ خوشی (کے وعدے) سناتے تھے اور ڈراتے تھے۔

"ان الدين عند الله الاسلام وما اختلف الذين اوتو الكتب الا من بعد ما جاءهم العلم بغيا بينهم"[9]

[5] https://www.inquilab.com/features/articles/holy-quran-the-topic-of-happiness-of-relationships-has-been-given-special-importance-61084, accessed on 14-08-2024.

[6] القرآن الحجرات 49: 13۔

[7] علوی، ڈاکٹر خالد، اسلام کا معاشرتی نظام، 2004ء، لاہور، الفیصل، ص:53

[8] القرآن البقرہ 2: 213۔

[9] القرآن آل عمران 3: 19۔

ترجمہ: "بلاشبہ (حق و مقبول) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے اور اہل کتاب نے جو اختلاف کیا (کہ اسلام کو باطل کہا) تو ایسی حالت کے بعد کہ ان کو دلیل پہنچ چکی تھی محض ایک دوسرے سے بڑھنے کے سبب سے۔"

ان آیات کی روشنی میں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آپس میں جوڑنے کے لیے امت کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے وحدت نسل انسانی اور وحدت فکر انسانی کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ نے انسانوں کو ایک ہی طریقہ کی تعلیم دی ہے اور انبیاء اس لیے مبعوث فرمائے کہ وہ انہیں وعید اور خوشی کی خبر دیں اور انہیں معاشرے کا بہترین فرد بنائے۔ یہ نہیں کہ لوگ آپس میں اختلافات کا شکار ہو جائیں اور ایک دوسرے کو تحقیر و حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائیں اس کی اسلام مذمت کرتا ہے بلکہ انسانوں کے مابین اتحاد و اتفاق کا قائل ہے۔

اسلام ایک ایسا سماج چاہتا ہے جس سے معروف و منکر کے پیمانے متعین ہوں، افراد معاشرہ ان سے سر مو تجاوز نہ کریں، اگر تجاوز ہو تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اصول اپنایا جائے۔ ہر فرد اس پر عمل کرے، بدی سے خود بھی بچے اور دوسروں کو بچانے کے لیے سعی کرے اور یہ کوشش انفرادی و اجتماعی ہو کیونکہ جس سماج میں باہمی خیر کے قیام اور شر کے مٹانے کی سعی نہیں ہوتی وہ بالآخر ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے ان امور کی نشاندہی کی جو معاشرے کے لیے مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ وہ گناہ بھی بتائے جو فرد اور جماعت کے ایمان کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ادارہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بیان کیا اس میں باہمی حسن ظن کو اصل اول قرار دیا۔ مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ محض بدگمانیوں کی بناء پر نہی عن المنکر کو چلائیں۔ وہ امور جن سے افراد معاشرہ کو مجتنب رہنا چاہیے یہ ہیں: کبائر، بدگمانی، تجسس، حسد، بغض، غیبت، جھوٹی گواہی وغیرہ وغیرہ[10]۔۔۔ قرآن کریم میں ہر ایک کے بارے میں تفصیلی احکامات اور سخت وعید کا ذکر آیا ہے:

"ان بعض الظن اثم ولا تجسسو ا ولا يغتب بعضكم بعضا ايحب احدكم ان يا كل لحم اخيه ميتا فكر هتموه"[11]

[10] اسلام کا معاشرتی نظام، محولا بالا، ص:54۔

[11] القرآن الحجرات 49: 12۔

ترجمہ: "بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی۔

یہ سب وہ اخلاقی رزائل ہیں جو انسانی کردار کا ثبوت دیتے ہیں۔ قرآن کی متعدد آیات واحادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے جس میں افواہیں، لالچ، عیب جوئی، برے القابات[12]، جھوٹ[13]، بددیانتی[14]، عہد شکنی[15]، ناپ تول میں کمی[16]، وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ ایسے رزائل ہیں جس کی وجہ سے معاشرتی امن تباہ ہو جاتا ہے اور لوگوں کے مابین نفرت پروان چڑھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے قرآن میں ان رزائل کا ذکر کر کے انسانی کردار کو سنوارنے کا درس دیا اور اخلاق حسنہ کو فروغ دیا جس کے ذریعے معاشرے میں ایک دوسرے کی خیر خواہی ہو اور افراد ایک دوسرے کے لیے قربانی و ہمدردی کا جذبہ رکھیں۔ اسلام کے سماجی نظام میں خیر و صلاح، طہارت، تقدس، اعتدال و توازن قائم ہے اور یہی وہ اوصاف ہیں جو اسے دیگر معاشرت سے ممتاز کرتے ہیں۔ اس نظام میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی بہبود کا پورا انتظام موجود ہے۔

7۔ رسول اللہ ﷺ کا سماجی تعلقات میں کردار:

سماجی روابط میں ایسی ہستی جس میں کاملیت، اخلاقیت، جامعیت پورے آب و تاب کے ساتھ روشن و منور ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے جن کی سیرتِ مبارکہ انسانی سماج کے کردار و اخلاق بلکہ زندگی کے ہر شعبے کے لیے مثالی و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت وہ واحد ذات ہے جس میں زندگی گزارنے کے آداب و خصائص عیاں ہیں بلکہ انسان کی حیات و موت کی پوری ترجمانی ملتی ہے۔ امیر ہو یا غریب، مسکین ہو یا فقیر، مالی مصائب کا شکار ہو یا رزق کی فراوانی ہو ان تمام حالات میں زندگی کو کیسے گزارنا ہے اور اللہ پر توکل

---

[12] القرآن الحجرات 49: 11۔
[13] القرآن البقرہ 2: 10۔
[14] القرآن ال عمران 3: 161۔
[15] القرآن الرعد 13: 20۔
[16] القرآن الانعام 6: 152۔

قائم رکھنا، صبر و استقلال کا مظاہرہ کرنا، انسانی رویوں پر مثبت رد عمل اختیار کرنا یہ سب ایسے اعمال ہیں جس پر عمل کر کے زندگی کو بہتر بنانا جاسکتا ہے اور ان سب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مشعل راہ ہے جنہوں نے تنہا مصائب کا مقابلہ کیا اور دین حق کے خاطر سماجی تعلقات منظم رکھے، کسی سے اپنی ذات کی خاطر انتقام نہیں لیا بلکہ ہمیشہ عفو درگزر، مساوات انسانی اور صبر سے کام لیا۔ سماجی روابط کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ "مومنوں میں سے کامل ترین مومن وہ ہے جو بہترین اخلاق کا مالک ہے اور وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ انتہائی نرم ہیں۔"[17]

اس حدیث میں سماجی تعلق کو جوڑنے کا پہلا اصول حسنِ خلق بتایا گیا ہے۔ یہی وہ وصف ہے جو انسان کو دیگر افراد سے منفرد اور مہذب بناتا ہے، اسی لیے سیرت مبارکہ میں اس کی بار بار تاکید کی گئی ہے تاکہ انسان اپنی سیرت و کردار کو نمونہ بنا کر اصلاح معاشرے کے لیے کوشاں رہے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، جس کے لوگوں کے ساتھ تعلقات اچھے ہو اور ساتھ میں اس بات کی بھی نشاندہی کر دی کہ جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ نرم اور مہذب ہو۔

2۔ "تم سے پہلے قومیں اس لیے تباہ ہوئی کہ جب ان میں معمولی لوگ گناہ کرتے تھے تو ان کو سزا دی جاتی تھی اور جب بڑے لوگ کرتے تو ان کا جرم نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔"[18]

عدل یہ ایک ایسا وصف ہے جو انسانوں کے مابین مساوات کو فروغ دیتا ہے اگر یہ نہ ہو تو لوگوں میں امتیازات پیدا ہوں گے۔ غریب کے لیے الگ قانون اور امیر کے لیے الگ۔ یہ تفریق انسانوں کو بانٹ کر رکھ دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام سماجی روابط میں عدل کا قائل ہو جس کا جو جرم ہو اس پر اس کو سزا دی جائے چاہے اس کا تعلق امیر یا غریب سے ہو۔ قانون سب کے لیے مساوی ہو۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی عدل کو اس حدیث میں اجاگر کیا

---

[17] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب الایمان عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی استکمال الایمان وزیادتہ ونقصانہ، 5/9، ح:2612۔

[18] بخاری، محمد بن اسمعیل، صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع، ح:6787۔

اور واضح کر دیا کہ جس معاشرے میں امیر کے لیے علیحدہ قانون ہو غریب کے لیے الگ وہ معاشرہ ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔

3۔ "ایمان کی خصلت یہ ہے کہ جو اچھی چیز اپنے لیے پسند کرے اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرے۔"[19]
سماجی تعلقات کی قربت کا ایک ذریعہ " تحفہ تحائف " بھی ہے کیونکہ اس کے ذریعے آپس کی کدو تیں، خلش اور ناراضگیوں کو ختم کیا جاسکتا ہے اور تعلقات کو بہتر کیا جاسکتا ہے۔اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحفہ لیتے وقت ایک اصول متعارف کروایا کہ جب کسی کو تحفہ دو تو اس میں اپنی پسند پیش نظر رکھو۔ جو خود کو پسند ہو وہی چیز اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند کرو۔

4۔ "تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔"[20]

لوگوں کے ساتھ تعلقات کو جوڑنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ان کے لیے رحمت کا باعث بنے نہ کہ زحمت کا ۔رہیں تو پھولوں کی طرح جدا ہوں تو خوشبو کی طرح۔ مطلب یہ کہ آپ کا کردار لوگوں کے لیے مفید ہو۔ ہمیشہ آپ کی ذات سے لوگوں کو فائدہ ہو اور اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہ لیں۔یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا پیغام ہے۔

5۔ "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"[21]

رحم یہ ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو اپنے رب کے قریب کرتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو انسان سنگ دل اور ذہنی تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی لیے آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے تعلقات کو جوڑنے کے لیے رحم کرنے کی تاکید فرمائی اور یہ بھی ساتھ میں فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ ہو۔

---

[19] قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان، ح:171۔
[20] البیھقی، امام ابی بکر احمد بن الحسین، شعب الایمان، کراچی، دارالاشاعت، 2017ء، باب فی التعاون علی البر، 117/6، ح:7658
[21] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، باب من لا یرحم لا یرحم، ح:95۔

6۔ سماجی تعلقات کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو دیکھ کا شاد و خرم ہو اس کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ”تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے لیے مسکرانا بھی صدقہ ہے۔“[22] اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا اچھی عادات کا خاصہ ہے اور اس سے اللہ کی مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ نبی رحمت کا فرمان: ”جب بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے اللہ بھی اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔“[23]

7۔ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی مفوضہ ذمہ داریوں اور اس کے ماتحتوں کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔

خالق کائنات نے انسان کی تخلیق بے مقصد یا بے معنی نہیں کی بلکہ اسے اس دنیا میں زندگی گزارنے کے آداب سکھائے ہیں تا کہ وہ اس دنیا میں رہ کر اپنے معاملات و فرائض کی ادائیگی درست طریقے سے کرے۔ اللہ نے انسان کو ذمہ دار مخلوق بنایا ہے اور اس کے ساتھ جو روابط قائم ہیں ان کا اسے ذمہ دار بنایا ہے اور قیامت کے دن اس سے اپنے ماتحتوں کے حوالے سے بازپرس ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ہر شخص کی ذمہ داریوں کے بارے میں نشاندہی فرمائی ہے کہ مرد اپنے اہل و عیال کا، عورت امور خانہ کی ذمہ دار ہے اس سے اس کے بارے میں بازپرس ہو گی۔

8۔ عصرِ حاضر کے سماجی مسائل اور ان کا حل:

دور حاضر میں معاشرہ کئی سماجی مسائل کا شکار ہے جس میں حسنِ سلوک کا فقدان، جہیز و مہر کے مسائل، غیر اسلامی رسم رواج کی اتباع، فرائض میں کوتاہی، قوامیت کا غلط استعمال، تربیت کا فقدان، نان نفقہ کے مسائل، اخلاقیات کا

[22] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب البر و الصلة عن رسول الله ﷺ ، باب ماجاء فی صنائع المعروف، 4/339، ح:1956۔

[23] ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی المونة للمسلم ، ح:4946۔

خاتمہ، خاندانی ہم آہنگی کا خاتمہ[24] وغیرہ وغیرہ۔۔۔ یہ وہ مسائل ہیں جس سے معاشرہ ذہنی تناؤ اور تعلقات میں دوری کا سبب ہے۔ سلطان احمد اصلاحی[25] رقم طراز ہیں:

"جدید معاشرہ شدید انتشار میں ملوث ہے، آپس کے روابط میں دوری کی ایک وجہ غیر اخلاقی رویہ اور خود غرضی ہے۔ افراد کے مابین تعلقات کسی مقصد یا غرض کے تحت قائم ہیں۔ اس فضاء کے اثرات خاندان پر بھی مرتب ہو رہے ہیں کیونکہ لوگوں کا رجحان اجنبی یا آفس کے افراد یا معاشی معاملات سے تھا تو ان کے ساتھ ان کا رویہ ایسا تھا لیکن اب خاندانی معاملات پر بھی اس کا اثر نظر آتا ہے جس کے باعث لوگ آپس میں مفاد پرست ہو گئے ہیں، حقوق کی ادائیگی سے بے اعتنائی برتتے ہوئے ان پر ظلم کرتے ہیں۔"[26]

یہ نہ صرف ہمارے ملک کا بلکہ عالمی دنیا کا بھی یہی حال ہے جہاں انسانی حقوق کی ادائیگی میں کوتائی برتی جاتی ہے جبکہ اسلامی تعلیمات سماج کے تمام افراد کے لیے حقوق بیان کرتا ہے اور ان کی ادائیگی پر زور دیتا ہے خاص طور پر خاندان کے افراد کے درمیان محبت و الفت کے جذبات ابھارتا ہے اور اسے مستحکم کرنے کے لیے تدابیر بھی بیان کرتا ہے۔ ان تعلیمات پر عمل کر کے پہلے بھی ایک پاکیزہ سماج وجود میں آیا تھا اور اب بھی آسکتا ہے اور اسی کے ذریعے خاندانی انتشار و اضطراب کو دور کیا جاسکتا ہے۔ یہاں چند سماجی مسائل کو بیان کرتے ہوئے ان کا حل پیش خدمت ہے:

1۔ جہیز و مہر کے مسائل:

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے تعلقات میں دوری پائی جاتی ہے۔ جبکہ اسلام مہر کی ادائیگی پر زور دیتا ہے اور جہیز کی ممانعت کرتا ہے۔ مہر کی رقم فقہاء کے نزدیک مرد کی آمدنی پر موقوف ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ فریقین

---

[24] تحسین، فاخرہ، معاصر خاندانی مسائل اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کا حل، 2019ء، العلم، سیالکوٹ، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، 2/3، ص:74۔

[25] مولانا سلطان احمد اصلاحی کو سماجی موضوعات میں خاص دلچسپی تھی۔ آپ نے اپنی تصانیف میں وقت کے نازک سماجی مسائل کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا ہے اور اسی مناسبت سے کئی کتابیں لکھیں جس میں اسلام کا تصور مساوات، بچوں کی مزدوری، مشترکہ خاندانی نظام اور کم سنی کی شادی اور اسلام وغیرہ قابل توجہ ہیں۔ آپ کو علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ موصوف نے 35 سال سے زائد عرصہ علمی، تحقیقی اور تصنیفی کاموں میں اپنا وقت صرف کیا۔

[26] اصلاحی، سلطان احمد، عصر حاضر کا سماجی انتشار اور اسلام کی رہ نمائی، 2011، نئی دہلی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ص:7۔

آپس میں اسے مقرر کرلے اس کی ادائیگی لازمی ہے جبکہ جہیز موجود سماج کا بنیادی مقصد بن گیا ہے جس کی وجہ سے شادیوں میں کئی رکاوٹیں آرہی ہیں۔اسلام میں جہیز کا ذکر کہی نہیں ملتا۔

2۔غیر اسلامی رسم رواج کی اتباع:

شادی بیاہ کا موقعہ ہو یا دیگر تقریبات کا ہمارے یہاں ایسے مواقع پر بہت سی غیر اخلاقی و اسلامی رسم ورواج پائی جاتی ہیں جو کہ جائز نہیں اور ان رسم ورواج کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ لڑکیوں اور لڑکوں کا ساتھ ڈانس کرنا، منگنی، مہندی، تین دن سے زیادہ سوگ بنانا، فضول خرچی کرنا وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔یہ ایسے مسائل ہیں جسے لوگ لازم سمجھتے ہیں جبکہ سیرت نبوی ﷺ میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔

3۔قوامیت کا غلط استعمال:

یہ بات حقیقی ہے کہ اللہ نے مرد پر عورت سے زیادہ ذمہ داریاں ڈالی ہے اور اسے گھر کا سربراہ اور نگران کی حیثیت سے متعارف کروایا ہے۔اس کے ذمے ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کا خیال رکھے۔ہمارے یہاں مرد قوامیت کے صحیح مفاہیم سے آگاہ نہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حاکم ہیں جیسا چاہے اپنی عورتوں سے سلوک رکھے وہ خود کو جابر و ظالم سمجھتے ہیں اس لیے ظلم و ستم ان کا نصب العین بن جاتا ہے۔اسلام کے مطابق مرد انتظامی امور کا نگہبان ہے اور عورت گھر کی ملکہ۔اللہ نے دونوں کو ان کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کے مطابق کام کرنے کا حکم دیا ہے۔

4۔نان نفقہ کے مسائل:

عصر حاضر میں شوہروں میں یہ رجحان فروغ پا رہا ہے کہ نان نفقہ کی ذمہ داری شوہر فرض سمجھ کر ادا نہیں کرتے عورت پر بوجھ اور احسان سمجھ کر خرچ کرتے ہیں بعض مرد شادی کے بعد اس فکر سے بے نیاز ہو جاتے ہیں کہ وہ گھر کے معاشی سربراہ ہیں مجبوراً عورت کو ذرائع معاش کی تگ و دو کرنی پڑتی ہے۔بعض مرد عورت کی بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں کرتے جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا:"اور ان عورتوں کا کھانا اور لباس معروف کے مطابق تمہارے ذمہ ہے۔"[27]

[27] ابوداؤد، السنن، کتاب النکاح، باب فی حق المراۃ علی زوجھا، ح:2142۔

5۔ذات پات میں شادی:

یہ فی الوقت ایسا سنگین مسئلہ بن گیا ہے کہ اسی کے انتظار میں لڑکیوں انتظار میں بیٹھی ہوئی ہیں کہ ہم پلہ اور اپنی ذات کا رشتہ ہو تو ان کی شادیاں ہوں۔ سماجی مسائل میں ذات و برادری میں شادی لڑکیوں اور لڑکوں کی شادی میں ایک بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ اسلام میں ایسا کوئی حکم نہیں ملتا، شادی کے لیے چار چیزوں کو اہمیت دی گئی ہے جس میں دینداری، نسب، مال اور عزت شامل ہے اور افضلیت کا معیار دینداری ہے قبائل، شاخیں، ذاتیں یہ سب انسان کی شناخت کا ذریعے ہیں اصل چیز تقویٰ وپرہیز گاری ہے اسے معیار بناکر رشتوں کو جوڑا جائے۔

6۔گھریلوں معاملات سے خواتین کی ناواقفیت:

عصر حاضر میں ایک مسئلہ خواتین کا گھر کے معاملات میں دلچسپی نہ لینا بھی ہے کہ وہ اپنا وقت گھر سے باہر یا بازار وغیرہ میں جانا پسند کرتی ہیں اور گھر کی ملکہ کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں سے دور بھاگتی ہے جس کی وجہ سے آئے روز اختلافات بڑھتے ہیں اور گھر ٹوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں خواتین کو چاہیے کہ وہ دل جمی کے ساتھ اپنے گھر کے کاموں میں حصہ لے، شوہر کے ماں باپ کو اپنے والدین کا درجہ دیں، گھر کے ماحول کو خوشگوار بنائیں، اپنے بچوں کی خود تربیت کریں نہ کہ اداروں کے سپرد کر کے ان کو عدم اعتماد کا شکار ہونے دیں کیونکہ سماج میں اصل کردار والدین کا بھی ہے جن کے ذریعے اطفال کی اچھی تربیت ممکن ہے۔

خلاصہ کلام:

ساری ابحاث کا لب لباب یہی ہے کہ رشتوں کو آپس میں منضبط کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کا احترام کیا جائے، اہل وعیال کے ساتھ محبت وشفقت کا برتاؤ ہو جہاں سختی کی ضرورت ہو وہاں حکیمانہ انداز میں سمجھایا جائے تاکہ گھر کا ماحول خوشگوار رہے، آپس کی نااتفاقیوں کو ختم کرنے کے لیے عفو درگزر سے کام لیا جائے، ایک دوسرے کی اغلاط کو معاف کر کے آگے بڑھا جائے تاکہ آپس میں محبت کی فضاء قائم ہو، عدل کی بنیاد پر فریقین کے مابین فیصلہ کیا جائے، مساوات انسانیت کا فروغ ہو، صبر و تحمل کے ساتھ فریقین کی بات سنی جائے اور دلائل کی روشنی میں صحیح بات کو تسلیم کیا جائے، جاہلانہ روش ورسم ورواج سے اجتناب کیا جائے، قرآن وسنت کی روشنی میں احکامات پر عمل کیا جائے۔ یہی وہ عوامل ہیں جو سماجی تعلقات کو بہتر بنانے میں معاون ہیں اور اس پر عمل پیرا ہو کر ایک مثالی و خوشحال معاشرہ ممکن ہے۔

نتائج و بحث:

خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ نے مندرجہ ذیل نتائج کو جنم دیا ہے:

- حسن سلوک اور رشتوں کے تقدس کا خاتمہ۔۔۔۔۔ایک دوسرے کی بات کو برداشت کرنے کے بجائے باہمی چپقلش۔
- فرائض کی عدم توجہی۔۔۔۔۔مرد و عورت کا اپنے اپنے فرائض سے روگردانی کرنا۔
- حق قوامیت بگاڑ۔۔۔اور اس کی وجہ سے مرد کا عورت کو اپنی ملکیت سمجھ کر ظلم و جبر کا نشانہ بنانا۔
- عورت کی معاشی سرگرمیوں میں دلچسپی اور گھریلو ذمہ داریوں سے بیزاری۔۔۔۔۔جس کی وجہ سے گھر کا سکون تباہ ہو جاتا ہے۔
- اعلی اخلاقی اقدار کا ختم ہو جانا۔
- ملکی ترقی پر معاشرتی بگاڑ کا گہرا اثر پڑنا۔[28]

سفارشات:

زیر نظر مقالہ پر تفصیلی بحث کرنے کے نکات کی روشنی میں چند سفارشات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ حقوق العباد کی ادائیگی کو ممکن بنایا جائے اور لوگوں کے ساتھ درگزر والا معاملہ برقرار رکھا جائے۔

2۔ فریقین کی باتوں کو تحمل کے ساتھ سنا جائے اور خود میں برداشت پیدا کی جائے۔

3۔ غصہ، حسد، لالچ اور بری عادات کا خاتمہ کیا جائے تا کہ محبت و امن کی فضا قائم کی جائے۔

4۔ سیرت کا مطالعہ معمول کا حصہ بنایا جائے اور اس پر عمل شرط اول ہو۔

5۔ علم کو فروغ دیا جائے اور نصاب تعلیم کو سیرت کی روشنی میں ڈھالا جائے تا کہ طلبہ میں سماجی تعلقات کا شعور اجاگر ہو۔

6۔ ذات پات و فرقہ واریت کے نام پر انسانوں میں تفریق نہ برتی جائے۔ احترام انسانیت کو فروغ دیا جائے۔

7۔ سماجی زندگی کا ماحول خوشگوار بنایا جائے، بعض اوقات والدین کی تلخیاں اطفال پر بہت برا اثر ڈالتی ہے، لہذا گھر کا ماحول دوستانہ ہو تا کہ بچوں کی مثبت تربیت ہو اور ان میں اچھی اوصاف پیدا ہوں۔

---

[28] معاصر خاندانی مسائل اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کا حل، محولہ بالا، ص:86۔

8۔ اساتذہ اپنے طلبہ کی نصابی و غیر نصابی تربیت کریں کیونکہ ایک طالب علم کے لیے اس کا استاد مربی ور ہنما ہوتا ہے اس لیے اسے چاہیے کہ طلبہ کی ذہنی، سماجی و معاشی تربیت بھی کریں۔ یہ اس کا دینی فریضہ ہے۔

9۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ نوجوانوں کے لیے روز گار کے مواقع پیدا کرے کیونکہ اس سے نہ صرف معاشی بلکہ سماجی تعلقات بھی بہتر ہوں گے اور ترقی یافتہ معاشرہ وجود میں آئے گا۔

10۔ لوگوں کے مابین تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے سماجی تعلقات پر مختلف سیمینار، ورک شاپ اور دیگر سیرت کی روشنی میں پروگرامز کروائے جائیں تاکہ علم دوستی کا شعور اجاگر ہو۔